





اگست ۲۰۱۷ء

# قمر الاسلام گریجویٹس ایسوسی ایشن پاکستان



# حسنِ ترتیب

# غوثِ وقت

# سیدی عبدالعزیز الدباغ رضی اللہ عنہ

افتخار احمد حافظ قادری

راولپنڈی

حضرت سیدی عبدالعزیز الدباغ کی ولادتِ باسعادت بلادِ مغرب کے شہر فاس کے ایک صوفی گھرانے میں ۱۰۹۰ء میں ہوئی۔ آپ حسب ونسب کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ کو جسمانی اور روحانی دونوں طرح کی پاکیزہ اور اعلیٰ نسبتیں حاصل ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت مولای ادریس ثانی اور مولانی ادریس اول سے ہوتا ہوا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ ادریسی اور الحسنی بھی کہلاتے ہیں۔ سیدی عبدالعزیز الدباغ کے مشہور و اہم مریدین میں سیدی احمد بن مبارک السلجماسی المالی (متوفی ۱۱۵٦ھ) کا نام سرفہرست ہے اور یہی آپ کے اہم خلفاء میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے سیدی عبدالعزیز الدباغ کے کچھ ملفوظات وطیبات اور کرامات کو تصوف کی مشہور زمانہ کتاب ''الابریز من کلام سیدی عبدالعزیز الدباغ'' میں محفوظ فرمایا۔ سیدی احمد بن مبارک فرماتے ہیں کہ رجب ۱۱۲۵ھ میں مجھے آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا اور علم لدنی کے جو معارف و اسرار میں نے آپ کی زبانِ مبارک سے سنے ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ رجب ۱۱۲۹ھ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مجھے اس بات کا القاء ہوا کہ میں افادۂ عام کے لئے حضرت کے ملفوظات احاطۂ تحریر میں لاؤں۔ اور وہ علوم جو حضرت کے سینۂ مبارک میں موجود ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ ان کو کوئی شمار نہیں کر سکتا، کیونکہ اس نے حضرت کو ان علوم کے لئے مخصوص فرمایا ہے۔

حضرت سیدی عبدالعزیز الدباغ فرماتے ہیں کہ میرے والد ابو مسعود شیخ فشتالی کے شاگرد تھے۔ ایک دن انہوں نے میرے والد کو روک کر کہا کہ میری خواہش ہے کہ میں اپنی بھانجی کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں۔ جس پر میرے والد محترم نے رضامندی کا اظہار کیا۔ شیخ فشتالی نے فرمایا کہ تم مہر کی ادائیگی یا کسی اور معاملے میں بھی پریشان نہ ہونا وہ بھی میں خود انتظام کروں گا۔ ویسے بھی سید

العربی فشتالی میرے والد سے بہت محبت کیا کرتے تھے اور اکثر ان کو روپے پیسے دیا کرتے۔

حضرت شیخ فشتالی اکثر میری والدۂ محترمہ سے یہ پیشن گوئی فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے ہاں ایک عظیم بچے کی ولادت ہوگی جس کا نام عبدالعزیز ہوگا اور وہ ولایت کے عظیم مرتبے پر فائز ہوگا۔ سیدی عبدالعزیز الدباغ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ شیخ فشتالی نے ہمیں بتایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے اور آپ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تمہاری ہمشیرہ کی بیٹی کے گھر ایک بہت بڑا ولی پیدا ہوگا جس پر میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا والد کون ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا والد مسعود الدباغ ہوگا۔ حضرت شیخ فشتالی کی خواہش تھی کہ ان کی زندگی میں ہی حضرت عبدالعزیز الدباغ کی ولادت ہو جائے۔ لیکن ۱۰۹۰ھ کے ایک شدید وبائی مرض کی وجہ سے جب انہیں محسوس ہوا کہ ان کا آخری وقت آ گیا ہے تو انہوں نے میرے والدین کو بلا کر فرمایا میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک امانت تم دونوں کے حوالے کر رہا ہوں جب تمہارے ہاں عبدالعزیز کی پیدائش ہو تو تم یہ امانت اس کے سپرد کر دینا، اس کے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ یہ امانت کپڑے کا ایک ٹکڑا اور کالے رنگ کے جوتوں پر مشتمل تھی۔ میری والدہ نے یہ امانت سنبھال کر رکھ لی کچھ عرصہ بعد میری ولادت ہوئی، بالغ ہونے کے بعد جب میں نے رمضان شریف کے روزے رکھنے شروع کئے پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری والدہ کو اس امانت کی طرف القاء کیا، میری والدہ ماجدہ وہ امانت لے کر آئیں اور کہا اے میرے بیٹے! سیدی العربی الفشتالی نے یہ امانت تمہیں دینے کی وصیت کی تھی۔ میں نے وہ امانت لے لی۔ کپڑے کو سر پر رکھا اور جوتوں کو پہن لیا اور اس امانت کو پہننے کے نتیجے میں مجھے بے شمار انوار و برکات حاصل ہوئے۔ میرے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی خالص بندگی اختیار کرنے کا القاء ہوا اور میں نے کسی کامل شیخ کی تلاش شروع کر دی۔ مجھے کسی بھی نیک شخص کے بارے میں پتہ چلتا تو میں فوراً وہاں پہنچ جاتا ان کے تلقین کردہ اوراد و وظائف میں مشغول رہتا لیکن روحانیت میں کوئی زیادہ اضافہ نہ ہوتا۔ پھر میں کسی اور شیخ کے پاس چلا جاتا اور کچھ عرصہ کے بعد پھر اسی قسم کا خیال جنم لیتا۔ جس سے مجھے گھٹن کا احساس ہونے لگا۔ مختصر یہ کہ ۱۱۰۹ھ سے ۱۱۲۱ھ تک میں اسی حالت میں رہا۔ میں ہر شب جمعہ ولی کامل سیدی علی بن حرزہم کے مزار مبارک پر اور زائرین کے ہمراہ قصیدہ بردہ شریف مکمل پڑھا کرتا تھا۔ اسی طرح ایک شب جمعہ کو یہ وظیفہ مکمل کر کے جب مزارِ مبارک سے

باہر آرہا تھا تو دیکھا کہ قریب ہی بیری کے درخت کے نیچے ایک شخص بیٹھا ہوا ہے جس نے مجھے بلایا اور مجھ کو میری باطنی کیفیت سے آگاہ کرنا شروع کر دیا جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہ شخص کوئی عظیم ولی ہے۔ میں نے ان سے عرض کی کہ حضرت مجھے کوئی ورد یا ذکر کی تلقین کریں لیکن انہوں نے اس بات کی طرف کوئی زیادہ توجہ نہ دی اور دوسری باتیں کرنے میں مشغول رہے...... میں بار بار ان سے اپنی درخواست دہراتا لیکن وہ ہر بار میری بات کو بدل دیتے۔ حتیٰ کہ صبح ہونے لگی تو پھر اس شخص نے کہا کہ میں اس وقت تک تمہیں کوئی وظیفہ نہیں بتاؤں گا جب تک تم اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام پر یہ عہد نہیں کرتے کہ تم اس وظیفہ کو کبھی ترک نہیں کرو گے پس میں نے ان کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام پر پختہ عہد کیا کہ میں اس وظیفہ کو کبھی ترک نہیں کروں گا۔ پھر اس شخص نے مجھ سے کہا کہ تم نے روزانہ ۷۰۰۰ مرتبہ اس وظیفے کا ورد کرنا ہے۔

اَللّٰهُمَّ يَارَبِّ بِجَاهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اِجْمَعْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ فِي الدُّنْيَا قَبْلَ الْآخِرَةِ۔

ترجمہ: (اے اللہ اے رب کریم! تو ہمارے سردار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان کے وسیلے سے آخرت سے قبل ہی دنیا میں مجھے ان سے ملا دے)۔

یہ ورد لینے کے بعد ہم اس مقام سے اُٹھ کھڑے ہوئے تو اسی دوران درگاہ کے متولی شیخ عمر بن محمد الهواری بھی تشریف لے آئے۔ پھر اس شخص نے شیخ الهواری کو یہ نصیحت کی کہ تم اس شخص کا خاص خیال رکھنا جس کے جواب میں شیخ الهواری نے فرمایا: اے سیدی یہ تو ہمارے سردار ہیں۔ حضرت سیدی عبدالعزیز الدباغ فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ الهواری کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کیا تم جانتے ہو کہ اس بیری کے درخت کے نیچے ذکر کی تلقین کرنے والا شخص کون تھا؟ میں نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا جس پر سیدی عمر الهواری نے فرمایا: وہ سیدنا خضر علیہ السلام تھے۔ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ میرے شیخ طریقت کون ہیں؟ میں نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں جس پر شیخ عمر الهواری نے فرمایا کہ وہ سیدی العربی الفشتالی ہیں، اس طرح مجھے شیخ عمر الهواری کے واسطے سے شیخ العربی الفشتالی کے روحانی فیوضات و برکات حاصل ہوئے۔ اسی طرح ایک طویل عرصے تک سیدی عبداللہ البناوی میرے ساتھ رہتے ہوئے میری

ہدایت و رہنمائی و تربیت فرمانے کے ساتھ میرا حوصلہ بھی بڑھاتے اور مشاہدات کے نتیجے میں میرے دل میں جو خوف واقع ہوتا اسے ختم کرتے۔

## سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف:

سیدی عبدالعزیز الدباغ فرماتے ہیں کہ عید کے تیسرے دن مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے بعد سیدی عبداللہ البرناوی نے مجھ سے فرمایا: اے سیدی عبدالعزیز آج تک مجھے تمہارے بارے میں ڈر تھا لیکن آج جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی رحمت سے تمہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس تک پہنچا دیا ہے تو اب تمہارے بارے میں میرا دل اور خیال مطمئن ہے۔ پس میں اب تمہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حوالے کرتے ہوئے خدا حافظ کہہ رہا ہوں۔ سیدی عبدالعزیز الدباغ فرماتے ہیں کہ اس ملاقات کے بعد سیدی عبداللہ البرناوی اپنے وطن تشریف لے گئے اور ۱۱۲۶ھ سیدی عبداللہ البرناوی کا وصال ہو گیا۔ سیدی عبدالعزیز الدباغ فرماتے ہیں کہ سیدی عبداللہ البرناوی کی وفات کے بعد ان کے تمام اسرار و معارف مجھے وراثت میں ملے۔ سیدی عبداللہ البرناوی کو ۷۰ سے زیادہ اسمائے حسنیٰ کے انوار عطا کیے گئے تھے۔ حضرت علامہ احمد ابن مبارک فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ سیدی عبدالعزیز الدباغ کو بے شمار مشائخ کرام کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل تھا۔ ۱۰ سے زائد اولیاء کی روحانی وراثت آپ کو نصیب ہوئی۔

ایک مرتبہ سیدی عبدالعزیز الدباغ نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کو اس وقت تک فتح نصیب نہ ہوگی، جب تک وہ شخص اہل سنت والجماعۃ کے عقیدہ پر ثابت قدم نہ ہوگا۔ کسی ایک بھی ولیٔ کامل کا عقیدہ اہل سنت والجماعۃ سے ہٹ کر نہیں تھا۔ آپ ہمیشہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کی تعریف فرمایا کرتے۔ ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا: میں اہل سنت والجماعت سے بہت شدید محبت رکھتا ہوں اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا مانگا کرتا ہوں کہ اس حال پر انتقال ہو کہ اہل سنت والجماعت کے عقیدے پر ثابت قدم رہوں۔ صحیح عقیدہ پر استقامت اختیار کرنا یقینی طور پر ایک بڑی کرامت ہے۔

سیدی احمد بن المبارک بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد میارہ سے میری ملاقات ہوئی جنہوں نے چند سکے مجھے دیئے کہ میں ان کی طرف سے حضرت کی خدمت میں بطور

نذرانہ پیش کروں۔ میں نے جب یہ سکے پیش کیے تو حضرت الشیخ نے فرمایا کہ مولانا محمد میارہ بہت اچھے آدمی ہیں۔ انہوں نے پہلے جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس میں سے خراب سکے نکلے۔ وہ انہوں نے اپنے پاس رکھ لئے اور دوبارہ ہاتھ ڈال کر جب اچھے سکے لئے تو ان سکوں کو میرے لئے بھجوا دیا۔ سیدی احمد بن المبارک فرماتے ہیں کہ بعد ازاں جب میری مولانا صاحب سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان کے سامنے شیخ کے بیان کردہ قول کا ذکر کیا تو انہوں نے اس بات کی تصدیق فرمائی۔

سیدی عبداللہ ابن مبارک بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت کے صاحبزادے جن کا نام ادریس تھا سخت بیمار ہوگئے، اس بیماری کے باعث حضرت کی اہلیہ شدید پریشان تھیں۔ ایک مرتبہ مجھے مغرب کے بعد حاضری کا موقع ملا، اس وقت صاحبزادہ صاحب کی حالت اس قدر تشویشناک تھی کہ وہ بات بھی نہیں کر سکتے تھے، میں بھی سخت پریشان ہوا۔ حضرت کے ہمراہ جب میں ان کے گھر سے باہر نکلا تو آپ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ بچہ اس بیماری میں انتقال نہیں کرے گا بلکہ ٹھیک ہو جائے گا۔

حضرت احمد ابن مبارک بیان کرتے ہیں کہ ہمارے زمانے کے جید فقیہ سیدی علی بن عبداللہ الصباغی کو ہمارے شیخ سے بہت زیادہ عقیدت و محبت تھی اور خواہش تھی کہ آپ کی وفات حضرت سیدی عبدالعزیز الدباغ کی خانقاہ میں ہو۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ اپنے گھر والوں سے رخصت ہو کر فاس تشریف لے آئے اور حضرت کی خانقاہ میں مقیم ہو گئے۔ اس دوران آپ کی بیماری میں اضافہ ہو گیا۔ سیدی عبدالعزیز الدباغ نے انہیں وصیت کرنے کے بعد بارگاہِ رب العزت میں تیاری کا حکم دیا۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت سیدی عبدالعزیز الدباغ نے اپنے پاس موجود حاضرین کو فرمایا کہ ابھی جناب علی الصباغی کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور الصباغی اس وقت گھر کی دوسری منزل پر موجود تھے۔ کچھ حاضرین فوری اٹھ کر اس مقام پر آئے جہاں پر سیدی الصباغی آرام کر رہے تھے۔ ان سے ان لوگوں نے اس زیارت کے بارے میں دریافت کیا تو الصباغی نے سر کے اشارے سے اس کی تائید کی۔ اور ہونٹوں پر ہلکی سی جنبش ہوئی ''جیسے کوئی شخص مسکراتا ہو'' اور اس کے ساتھ ہی آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

معروف فقیہ سیدی العربی الزیادی بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مغرب کی نماز کے

بعد سیدی عبدالعزیز الدباغ کے خانۂ اقدس کی طرف گیا اور دروازے پر دستک دیئے بغیر باہر بیٹھا رہا۔ آپ اوپر والی منزل سے نیچے اترے تو سیڑھیوں میں آپ کے اترنے کی آہٹ سنائی دی۔ آپ نے میرا نام لے کر مجھے پکارا اور پوچھا کیا تم ایک گھنٹہ سے یہاں بیٹھے ہو؟ میں نے عرض کی جی ہاں! حالانکہ اس وقت اندھیرا ابھی چھا چکا تھا میں نے دروازے پر دستک بھی نہ دی تھی اور نہ ہی کسی کو اپنی آمد کی اطلاع کی تھی۔ جب آپ نیچے تشریف لائے تو میں نے آپ کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔

حضرت سیدی عبدالعزیز الدباغ کا وصال ۱۱۳۲ھ میں ہوا۔ آپ کا سلسلۂ طریقت سیدنا خضر علیہ السلام کے ذریعے براہِ راست سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ اس لئے اس سلسلۂ مبارکہ کو "سلسلۂ خضریہ محمدیہ" بھی کہتے ہیں۔ یہ سلسلہ سیدی عبدالعزیز الدباغ کے مریدوں، شاگردوں خصوصاً سیدی عبدالوہاب التازی کے ذریعے پھیلا۔ پھر سیدی احمد بن ادریس الفاسی کی کوششوں سے یہ سلسلہ حجازِ مقدس، مصر اور یمن تک جا پہنچا۔ سیدی محمد السنوسی اور سیدی عثمان الامیر غنی اور سیدی ابراہیم راشد کے ذریعے اس سلسلے نے لیبیا اور سوڈان میں بھی خاصی شہرت حاصل کی۔

قبرستان باب الفتوح میں دعا کے بعد غوثِ وقت حضرت سیدی عبدالعزیز الدباغ کے مزارِ مبارک کی طرف روانہ ہوئے۔ آج کل (نومبر ۲۰۰۷ء) آپ کے مزار مبارک پر نئی تعمیرات ہو رہی ہیں۔ جس کی وجہ سے مزارِ مبارک پر حاضرین کو اندر آنے کی اجازت نہیں۔ خادم کو بتایا کہ بھئی ہم بہت دور سے آئے ہیں، مہربانی فرما کر ہمیں اندر جانے کی اجازت دی جائے۔ یقیناً یہ سیدی عبدالعزیز الدباغ کا تصرف ہے کہ ہمیں آپ کے مزارِ مبارک پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کی بارگاہِ اقدس میں اپنا، تمام احباب اور بالخصوص حضرت شیخ غلام رضا علوی قادری شاذلی مدظلہ العالی کا خصوصی ہدیۂ سلام پیش کیا۔ پھر آپ کے مزارِ مبارک پر چادر کا نذرانہ پیش کیا۔ آپ کے پہلو میں آپ کے مرید وخلیفہ حضرت احمد بن مبارک السلجماسی کی بھی قبر مبارک ہے جنہوں نے حضرت کے ملفوظاتِ طیبات کو الابریز کی صورت میں جمع فرمایا۔ کچھ دیر آپ کی بارگاہ میں حاضر رہے پھر حسب معمول تصاویر بنائیں اور اس سفر کا الوداعی سلام کرتے ہوئے سیدی علی الحرزہم کے مزارِ مبارک پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ سیدی علی الحرازہم کا مزارِ مبارک قبرستان باب الفتوح کے مزارات میں سے ایک اہم مزار شمار ہوتا ہے۔ یہ وہ مزارِ مبارک ہے کہ جس کے باہر سیدی عبدالعزیز الدباغ کی پہلی مرتبہ سیدنا حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی۔

سیدی عبدالعزیز الدباغ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدی عبداللہ البرناوی نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے خیال میں دنیا کی کون سی ایسی نعمت ہے جو جنت سے بہتر ہے؟ اور کون سی ایسی مصیبت ہے جو جہنم سے بدتر ہے؟ میں نے جواب دیا کہ حالت بیداری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت جنت سے بہتر ہے اور حصولِ فتح کے بعد اس کا سلب ہو جانا جہنم سے بدتر ہے۔ یہ جواب سن کر سیدی عبداللہ البرناوی جھکے اور انہوں نے میرے پاؤں کو بوسہ دینا شروع کر دیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ میرے پاؤں کیوں چوم رہے ہیں، جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا نے ۸۰ سے زیادہ مشائخ سے یہ سوال کیا تھا لیکن ان میں سے کسی ایک کا جواب بھی تمہارے جواب جتنا بہتر نہیں تھا۔ سیدی احمد ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے سیدی عبدالعزیز الدباغ سے سوال کیا کہ کیا سیدی عبداللہ البرناوی اس سوال کے جواب سے واقف تھے؟ یا وہ صرف اس سوال کے ذریعے لوگوں کی ذہانت کا امتحان لینا چاہتے تھے؟ جس پر سیدی عبدالعزیز الدباغ نے فرمایا کہ وہ اس سوال کے جواب سے اچھی طرح واقف تھے اور سوال کرنے کا مقصد صرف امتحان لینا تھا۔

## اظہارِ تشکر

الحمدللہ ڈیڑھ ماہ کی علالت، درد اور کرب کے بعد میں اب رو بصحت ہوں۔ میں اپنے خالق و مالک جل جلالہ کا، اُس کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور اُن تمام مشائخ، علماء، محبین کا شکرگزار ہوں جو حوصلہ دینے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ دعائیں فرمائیں۔ بالخصوص اُستاذ گرامی، مفتی اہلسنت علامہ محمد رفیق الحسنی دامت برکاتہم اور آپ کے صاحبزادگان کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور ان تمام حضرات کے لئے خیر کی دعا کرتا ہوں۔

شکرگزار، محتاجِ دعا اور دعا گو

قاری احمد بخش الحسنی

نور مسجد اختر کالونی، کراچی۔